

## ذکرِ الہی کسی خاص موقع پر غرض کی خاطر نہیں کیا جاتا۔

یہ ہر موقع میں خود داخل ہوتا ہے، نمازوں کو ذکرِ الہی سے بھریں۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 25/ مارچ 1994ء، بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور نے مندرجہ ذیل آیت کریمہ تلاوت کی۔  
 يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُلْهِكُمْ أَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ  
 عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ ۚ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْخٰسِرُونَ ﴿١٠﴾

(المنافقون: 10)

پھر فرمایا:-

ذکرِ الہی پر ایک خطبات کا سلسلہ چل رہا تھا جو بیچ میں بعض دوسرے موضوعات پر خطبات کے نتیجے سے منقطع ہوا۔ اب اس کے غالباً تھوڑے حصے باقی ہوں گے کیونکہ جو بھی میں نے اس کے نوٹس تیار کئے تھے ان پر میں نے نظر ڈالی ہے اب غالباً ایک دو خطبوں کا مضمون اس سلسلے میں باقی ہو گا۔ ذکرِ الہی کا مضمون تو لاتنا ہی ہے مگر جن مختلف پہلوؤں سے میں جماعت کے سامنے اسے پیش کرنا چاہتا تھا وہ پہلو اب انشاء اللہ ایک دو خطبوں میں ختم ہو جائیں گے پھر اس کے بعد حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جس عبارت سے میں نے یہ مضمون اخذ کیا تھا اس عبارت کا آخری جملہ جو ہے اس کی تشریح میں پھر میں انشاء اللہ تعالیٰ ایک نیا سلسلہ شروع کروں گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو تمہیں تمہارے اموال یا تمہاری اولادیں اللہ کے ذکر سے غافل نہ کریں۔ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذَلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْخٰسِرُونَ۔ جو ایسا کرے گا وہ لوگ یقیناً گھاٹا کھانے والے ہوں گے۔ پھر دوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فَأَعْرِضْ عَنْ مَنْ تَوَلَّىٰ عَنْ ذِكْرِنَا وَلَمْ يُرِدْ إِلَّا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا۔ اس شخص سے تو منہ موڑ لے جو اللہ کی یاد سے غافل ہو گیا۔ وَلَمْ يُرِدْ إِلَّا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا اور دنیا کے سوا اس کی کوئی بھی خواہش نہیں (ارادہ کا لفظ استعمال ہوا ہے) مراد اس سے یہی ہے کہ اس کی مراد دنیا رہ گئی ہے۔ اس کے سوا اس کی کوئی مراد نہیں۔ ذَلِكَ مَبْلَغُهُمْ مِنَ الْعِلْمِ۔

ان کے علم کا منتہی یہ ہے۔ علم کی جو پونجی ان کی ہے بس یہی کچھ ہے کہ دنیا کمال اور سب کچھ حاصل ہو گیا۔ ذَلِكَ مَبْلَغُهُمْ مِنَ الْعِلْمِ میں درحقیقت اس بات کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے کہ تمام انسانی علوم جو خدا کی یاد سے غافل ہوں ان کے وہ تمام علوم تمام تر دنیا کمانے کے لئے خرچ ہوتے ہیں اور اس پہلو سے آپ غیر مذہبی دنیا کے حالات کا جائزہ لے کے دیکھیں تمام تر علوم دنیا کمانے کے لئے خادم بنائے گئے ہیں اور کوئی بھی ایسا علم نہیں جو انسان کو خدا کی طرف لے جانے میں مدد کرے۔ پس ذَلِكَ مَبْلَغُهُمْ مِنَ الْعِلْمِ میں یہ بتایا ہے کہ ان کے علوم کا منتہی یہ ہے۔ جب یہ سائنسی تحقیقات کرتے ہیں تو ان کے پیچھے بھی دنیا کمانے کا کوئی مقصد ہوتا ہے اور بڑی بڑی کمپنیاں اربوں روپیہ اس بات پر خرچ کرتی ہیں کہ کوئی چیز نئی ان کے سامنے آئے اور وہ سارا Trade Related Research کا پروگرام ہے۔ یعنی جو دوسری دنیا سے تجارتیں کرتے ہیں اس کو Trade کہتے ہیں اور چونکہ ٹریڈ کے ذریعے یہ بہت بڑی دنیا کی دولتیں کھینچتے ہیں اس لئے بہت بڑی بڑی ایجادات اسی مقصد سے ہیں کہ کسی طرح دنیا کمائی جائے۔ یہاں تک کہ اب بیماریوں میں بھی جتنی ایجادات ہیں ان کے تعلق میں جو ریسرچ ہو رہی ہے اس میں سے شاید ہی کوئی ایسی ہو جو مرض دور کرنے کی خاطر ہو۔ ورنہ اصل مقابلہ یہ ہے کہ کون پہلے ایسی دوا ایجاد کرے کہ جس کا کوئی مقابلہ دنیا میں نہ ہو اور تمام تر دنیا کی دولتیں ہم سمیٹ لیں۔ اگر یہ مقصد پیش نظر نہ ہوتا تو ایڈز (Aids) پر جو کچھ اب خرچ کرتے ہیں یہ بھی نہ کرتے۔ آخری مقصد ہر علم کا دنیا کمانا ہوا ہے اور خدا سے نظر پھر لیں اور دنیا کی طرف متوجہ ہو جائیں۔

إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيلِهِ (النحل: 126) علم کے تعلق سے یہاں اَعْلَمُ کا لفظ بولا گیا یعنی ان کے علم کا تو یہ حال ہے۔ اللہ کے علم میں بہت باتیں ہیں اور اللہ سب سے زیادہ جانتا ہے اس شخص کو جو اپنی راہ سے بھٹک گیا ہو۔

وَهُوَ أَعْلَمُ بِمَنِ اهْتَدَى اور اس کو بھی خوب جانتا ہے جو ہدایت کے رستے پر ہو۔ تو مراد ہے یہ ضالین لوگ ہیں، گمراہ ہیں، رستے سے ہٹے ہوئے ہیں، ان کو اپنی بھی خبر نہیں ہے۔ جو علم تھا وہ دنیا کا نوکر کر دیا۔ اس لئے ان آیات میں فَأَعْرِضْ عَنْ مَنْ تَوَلَّىٰ كَمَا مَضَىٰ كَهول دیا گیا ہے کہ کیوں ان سے کنارہ کش ہو۔

قرآن کریم نے پہلے فرمایا، جیسا کہ میں نے آپ کے سامنے تلاوت کی تھی، کہ تمہارے اموال اور تمہاری اولادیں تمہیں اللہ کے ذکر سے غافل نہ کریں۔ خیال پیدا ہوتا ہے کہ اولاد زیادہ اہمیت رکھتی ہے اموال کا ذکر پہلے کیوں فرمایا۔ تو اس دوسری آیت نے اس راز سے پردہ اٹھا دیا کہ انسان کی زیادہ تر جدوجہد اموال کمانے میں ہے اور اولاد، اموال کے مقابل پر ایک ثانوی حیثیت اختیار کر جاتی ہے۔ جتنا انسان کے ذہن میں اموال گھوم رہے ہیں اس سے بہت کم اولاد گھومتی ہے لیکن بعض صورتوں میں بعض لوگ اولاد پرست بھی ہوتے ہیں اس لئے وہ بہر حال استثناء ہیں ان کے ذہن میں ہر وقت اولاد کا تصور گھوم رہا ہوتا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ ساری دنیا پر نظر ڈال کر دیکھ لیں اب تو مال کی محبت اتنی بڑھ چکی ہے کہ ساری دنیا میں آپ کو زیادہ تر لوگ مال کی محبت میں اتنا گم دکھائی دیں گے کہ اولاد کی ہوش نہیں رہتی۔ مجھ سے جو لوگ ملنے آتے ہیں بعض دفعہ میں ان سے پوچھتا ہوں کہ آپ کیا کر رہے ہیں اور بیگم سے پوچھتا ہوں کہ آپ کیا کر رہی ہیں تو پتا چلتا ہے کہ دونوں دنیا کما رہے ہیں اور بعض دفعہ یہ مجبوری کے پیش نظر ہوتا ہے بعض غریب لوگ آتے ہیں انہوں نے قرضے اٹھائے ہوتے ہیں۔ انہوں نے اپنی حالت ہی کو درست نہیں کرنا بلکہ پچھلے غریب رشتہ داروں کی بھی مدد کرنی ہے اس لئے وہاں یہ بات قابل فہم ہے وہاں ایک اعلیٰ مقصد ہے جس کو مد نظر رکھتے ہوئے وہ دنیا کمانے پر مجبور ہیں لیکن میں ان کی بات نہیں کر رہا ایسے لوگوں کی بات کر رہا ہوں جن میں سے ہر ایک اپنی ذات میں اتنا مستغنی ہے، یعنی اتنا خدا تعالیٰ کے فضل سے دولت کماتا ہے اور رکھتا ہے کہ اولاد کو ترک کر دینا اس کی کوئی مجبوری نہیں ہے۔ لیکن جب میں پوچھتا ہوں کہ

بچوں کا کیا کرتے ہیں؟ توجہ بچوں کے لئے ہم نے Baby Sitter رکھا ہوا ہے۔ اب جس کے بچے بے بی سٹر کے سپرد ہو جائیں اور وہ آپ دنیا کی دولت کے سپرد ہو جائے اس بے چارے کی اولاد کا کیا بنے گا۔

ایک دفعہ مجھے مشرق وسطیٰ سے ایک فون آیا کہ جی میں ایک کام کرتی ہوں سنا ہے آپ ناراض ہیں۔ میں نے کہا تمہارا نام لے کے تو ناراض نہیں ہوں مگر تمہارے حالات میں جانتا ہوں، تمہارا خاندان اچھا بھلا کماتا ہے، تمہیں خدا نے بہت پیاری اولاد بخشی ہے تو کیوں تم اس کو چھوڑ کر دنیا کے پیچھے بھاگ رہی ہو۔ اس نے کہا میں وعدہ کرتی ہوں آئندہ ایسا نہیں کروں گی۔ تو دنیا سے جو وسیع تعلق ہے خلافت کا اس کے نتیجے میں ساری دنیا ایک خاندان کی طرح بنی ہوئی ہے اور سب بے تکلف بات کرتے اور باتیں پہنچاتے ہیں۔ اسی لئے ان امور پر جتنی نظر خلیفہ وقت کی ہو سکتی ہے، خواہ کوئی بھی خلیفہ ہو بعد میں آنے والا یا پہلے گزرا ہوا، اتنی دنیا میں کسی اور منصب کو یہ معلومات نصیب نہیں ہوتیں کیونکہ وہ ایک ذاتی تعلق سے جستجو بھی کرتا ہے اور لوگ از خود بھی اس تک اپنے حالات پہنچاتے ہیں۔ ان کی روشنی میں وہ انسانی نفسیات سے تعلق رکھنے والے مسائل جو شاید بعض دوسروں کے لئے حل کرنا دو بھر ہوں، ان پر مشکل ہوں لیکن یہ تمام جماعت کی مدد سے از خود آسان ہوتے چلے جاتے ہیں۔ پس یہاں جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ لَا تُلْهِكُمْ أَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ يَهْدِيكُمْ إِلَىٰ سَبِيلٍ مُّبِينٍ۔ اس کا اس سے گہرا تعلق ہے۔ فرمایا

کہ وہ لوگ جو خدا تعالیٰ کے ذکر کو چھوڑ دیتے ہیں اور ان کی مراد صرف دنیا رہ جاتی ہے۔ یہاں اولاد کا بھی ذکر نہیں کیا آخری منہجی بعض وجودوں کا صرف دنیا رہ جاتی ہے اس کے سوا کوئی ہوش نہیں رہتی بلکہ ایسے باپ بھی دیکھے گئے ہیں جو کروڑ پتی ہوتے ہیں اور اپنی اولادوں کو پیچھے پھینکتے ہیں اور ان سے وہ اگر کچھ حاصل کرنا چاہیں تو ان کو تکلیف پہنچتی ہے۔ اولاد کو دھکے دے کے خود برباد کر دیتے ہیں تو یہ آخری مقام ہے جہاں تک انسان اپنی ذلت کی انتہا کو پہنچ جاتا ہے۔ وَلَمْ يُرِدْ إِلَّا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا۔

ذٰلِكَ مَبْلَغُهُمْ مِنَ الْعِلْمِ ان کا علم بھی سب کچھ دنیا کا خادم ہو چکا۔ ان سے کیوں تم تعلق نہیں توڑتے۔ فَأَعْرِضْ عَنْ مَنْ تَوَلَّىٰ عَنْ ذِكْرِنَا پس حکم ہے کہ ایسے لوگوں سے اپنے تعلقات توڑ لو، ان سے الگ ہو جاؤ کیونکہ جو نقشہ کھینچا گیا ہے ان لوگوں کا ہے جنہوں نے خدا سے تعلق توڑ لیا ہے اور کلئید دنیا کے ہو گئے ہیں۔ ان سے اگر میل جول بڑھاؤ گے، ان سے تعلقات رکھو گے تو تم پر بھی، تمہاری اولادوں پر بھی، دنیا کے بد اثرات اس حد تک غالب آ سکتے ہیں کہ تمہیں انہی کی طرح دنیا کمانے کا شوق ہو جائے اور انہی کی طرح اپنی بڑائی ان باتوں میں دیکھو جو باتیں اللہ کے نزدیک بے معنی اور عارضی اور سطحی ہیں اور اہل خرد جو خدا تعالیٰ کا تصور اور اس کی یاد رکھتے ہیں ان کے نزدیک یہ شیخیوں کی باتیں ہیں کوئی حقیقت ہی نہیں رکھتیں کہ کتنا کسی نے کر لیا اور کس طرح وہ رہا یہ عارضی دنیا کی باتیں اور ان پر لذتیں لے لے کر یا فخر سے انسان کا بیان کرنا یہ اس کی اپنی پستی کی علامت ہے۔ پس فرمایا کہ ایسے لوگوں سے تعلق رکھو گے تو خطرہ ہے کہ تم ویسے ہی ہو جاؤ گے۔ یہ کوئی انتقامی کارروائی نہیں ہے، کوئی بائیکاٹ نہیں ہے بلکہ ایک اور پہلو بھی اس میں ہے یعنی ایک تو بچنے کا پہلو ہے دوسرا خدا تعالیٰ کی محبت کا پہلو ہے جو ذکر الہی کی جان ہے۔

ایک شخص جس کا ذکر، اللہ ہو جس کی محبت اللہ کے ساتھ ہو، وہ ایسی مجلس میں کیسے بیٹھ سکتا ہے جس کا ذکر دنیا ہو اور دنیا ہی اس کی محبت ہو، تھوڑی دیر کے بعد طبیعت منغض ہو جائے گی۔ انسان کہے گا کیسی باتیں کر رہے ہیں جو پیاری چیز ہے، سب سے زیادہ عشق کے لائق چیز ہے اس کی ان کے نزدیک کوئی اہمیت نہیں ہے۔ اللہ کا ذکر کریں گے تو ان کی آنکھوں سے یوں لگے گا جیسے روشنیاں بجھ گئی ہوں اور دنیا کی باتیں کریں گے تو ایک دم دلچسپی شروع ہو جائے گی۔ ان کے ساتھ طبعاً جوڑ ہی کوئی نہیں ہے تَوْفًا عَرِضٌ عَنْ مَنْ تَوَلَّىٰ میں صرف حکم کے معنی نہیں ہیں بلکہ اس کے ساتھ ہی اس کی روح بھی بیان فرمادی کہ تم اللہ کی محبت کرنے والے لوگ ہو، تمہارا ان لوگوں سے دل کیسے لگ سکتا ہے اور پھر محبوب کی غیرت کا بھی سوال ہے۔ جس پیارے سے ان لوگوں نے منہ موڑ لیا ہے تم ان کے خوف سے ان سے منہ نہیں موڑ سکتے۔ اگر ان کا تعلق اور ان کی رضامندی پر اتنی غالب ہے کہ ان سے تم منہ نہیں موڑ سکتے تو پھر اس کا مطلب ہے کہ خدا سے تمہارے تعلق کے دعوے جھوٹے ہیں۔ ان معنوں میں اس مضمون کو سمجھیں لیکن اس کا غلط مطلب نہ لیں کیونکہ ظاہری تعلق اور ہمدردی بنی نوع انسان

میں یہ احکامات مانع نہیں ہیں بلکہ آنحضرت ﷺ کی سنت پر غور کریں تو ہر چھوٹے بڑے سے آپ کا تعلق تھا یہاں وہ تعلق مراد نہیں ہے۔ جن معنوں میں تعلق توڑنے کا حکم ہے اس معنی میں یعنی اس معنی کے اظہار میں ایک بہت فصاحت و بلاغت ہے۔

فَأَعْرِضْ عَنْ مَنْ تَوَلَّىٰ ۖ إِنَّهُ كَانَ مُرِيدًا ۚ  
 طرف پیٹھ کر لو جنہوں نے خدا کی طرف پیٹھ کی ہوئی ہے اور اپنا قبلہ درست رکھو۔ پس ان کے مقاصد میں ان کے شریک نہ ہو۔ ان سے ایسا پیار کا تعلق نہ باندھو کہ تمہارا بھی وہی قبلہ دکھائی دینے لگے جو ان کا قبلہ ہے۔ تمہاری بھی وہ تمنائیں بن جائیں جو ان کی تمنائیں ہیں۔ وہی مرادیں تمہاری ہو جائیں جو ان کی مرادیں ہیں۔ پس ان معنوں میں ذکر الہی کا ایک تقاضا ہے جس کے نتیجے میں ہمیں اپنی مجالس کو درست کرنا چاہئے اور اگر مجالس درست نہیں ہیں تو اس آئینے میں اپنا منہ دیکھنا چاہئے کیونکہ یہ آیت کا آئینہ اتنا شفاف ہے اور اتنا کھلا کھلا ہے کہ آپ کے دل کے پاتال تک آپ کی تصویر آپ کو دکھاتا ہے۔

پس جہاں طبعی طور پر بعض لوگ بعض خاندانوں کی طرف اس لئے دوڑتے ہیں کہ وہ دولت مند ہیں اور اس کے سوا ان کے پاس بیٹھنے میں ان کو کوئی مزہ نہیں۔ بعض ایسے خاندان بھی ہوتے ہیں ایسے امراء بھی ہوتے ہیں جن کی دماغی حالت اتنی پست ہوتی ہے اور ان کے ذوق اتنے گھٹیا ہوتے ہیں کہ ان کے پاس چند منٹ بیٹھنا بھی ایک عذاب بن جاتا ہے۔ ایسے لوگوں کے پاس بعض دیکھے ہیں جو دن رات وہاں بیٹھے رہتے ہیں اور صرف یہ مزہ آ رہا ہے کہ ایک امیر کے ساتھ ہمارا تعلق ہے اور دنیا دیکھے گی کہ ان کے ساتھ اس کا آنا جانا ہے، ان میں اٹھنا بیٹھنا ہے۔ تو یہ اس حکم کے منافی ہے اور یہ مراد ہے کہ ان میں اپنی عزتیں نہ ڈھونڈو۔ ان کے ساتھ تمہاری لذتیں وابستہ نہیں ہیں، نہ ہو سکتی ہیں۔ ان کے ذوق مختلف ہیں، ان کے قبلے الگ ہیں۔ پس اللہ کے ذکر کے تقاضوں کو ایک عاشق کی طرح پورا کرو اور جس طرح محبت کرنے والا یہ پسند کرتا ہے کہ اس کے محبوب کا ذکر خیر کرنے والے لوگ ہوں ان میں وہ بیٹھ کر لذت پاتا ہے اسی طرح اپنے لئے صحبت صالحین اختیار کرو۔ یعنی خلاصہً آخری بات یہ بنتی ہے مگر صحبت صالحین کا مضمون نسبتاً خشک ہے یہ اس سے بہت اعلیٰ اور ارفع مضمون ہے یا دوسرے لفظوں میں بہت گہرا مضمون ہے کہ جہاں محبت ہے وہیں بیٹھو، ان لوگوں میں بیٹھو جن کو اس سے

محبت ہے جس سے تمہیں محبت ہے اور یہ ایک طبعی محبت کا تقاضا ہے کوئی بیرونی حکم نہیں ہے۔ اگر اس کو نہیں سمجھو گے تو ضائع ہو جاؤ گے اور رفتہ رفتہ تمہارا رخ پلٹنے لگے گا۔

حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ فرماتے ہیں۔ یہ روایت مجمع البیان فی تفسیر القرآن سے لی گئی ہے زیر تفسیر سورۃ الجمعہ۔

”جس نے خدا کو بازار میں یاد کیا جبکہ لوگوں کو ان کی تجارت اور دیگر کاموں نے خدا سے غافل کر دیا ہو اس شخص کے لئے ہزار نیکی لکھی جائے گی اور اللہ تعالیٰ قیامت کے روز ایسی بخشش کا سلوک فرمائے گا جس کا خیال بھی کسی دل پر نہیں گزرا۔“

اس حدیث کا مضمون چونکہ اس آیت کریمہ سے وابستہ ہے جو میں نے آپ کے سامنے پڑھی ہے اس لئے قطع نظر اس کے کہ یہ کتاب نسبتاً ثانوی حیثیت کی معتبر کتاب ہے یا اس کے راوی مضبوط ہیں کہ نہیں یہ بنیادی اصول تسلیم کے لائق ہے کہ جس حدیث نبوی کی بنیاد کسی قرآنی آیت میں دکھائی دے جائے اس کو یہ کہہ کر رد نہیں کیا جاسکتا کہ اس کا راوی کمزور ہے اور اس حدیث کی تو بڑی کھلی کھلی بنیاد اس آیت کریمہ میں نظر آ رہی ہے۔ بازاروں میں جبکہ تجارت کا ماحول ہے لوگ جو بازار میں سودا خریدنے جاتے ہیں کم ہی ہوں گے جنہیں خدا یاد آتا ہوگا۔ عورتیں ہیں ان کو کسی اور عورت کے کپڑے یاد آ رہے ہوتے ہیں کہ ایسی چیزیں میں نے وہاں دیکھی تھیں اگر وہ فرنیچر کی دکان میں ہیں تو کسی کے گھر کا فرنیچر یاد آ رہا ہوتا ہے کہ اتنا اچھا ہم نے وہاں دیکھا تھا اس سے بڑھ کر خوب صورت چیز خریدیں۔ غرضیکہ ہر شخص کو اپنے اپنے ذوق کے مطابق کچھ چیزیں ضرور یاد آتی ہیں اور وہ شاپنگ میں یعنی سودا خریدنے میں اس کے لئے راہنمائی کا کام کر رہی ہوتی ہیں۔ گویا کہ ایک دوست اندر اندر ان کو مشورے دے رہا ہوتا ہے کہ ہاں یہ وہی چیز ہے یہ ویسی ہے یا ویسی نہیں ہے اس لئے اس معاملے میں یہ طریق اختیار کرنا چاہئے تو ہر شخص اپنے جذبات، اپنے دماغ کا تجزیہ کر کے دیکھے تو وہ معلوم کرے گا کہ جو میں بتا رہا ہوں بالکل درست اسی طرح ہوتا ہے۔ خدا کو کتنے یاد کرتے ہیں یا خدا سے غافل لوگوں کو دیکھ کر کتنے ہیں جن کے دل میں درد پیدا ہو جاتا ہے یہ کیسی دنیا ہے۔ دنیا کے ہنگامے، تجارتوں میں مصروف، تجارتوں کی خاطر جھوٹ بولے جا رہے ہیں۔ ملمع کاریاں ہو رہی ہیں

اور اس طرح گرتے ہیں جیسے مکھی گند پر گرتی ہے۔ اس طرح لوگ ان چیزوں پہ ٹوٹے پڑتے ہیں گویا کہ ساری زندگی، ساری ان کی کائنات، یہی کچھ ہے۔ ذَلِكْ مَبْلَغُهُمْ مِنَ الْعِلْمِ ایسی صورت میں خدا کو کون یاد کرتا ہے۔ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ نے فرمایا وہاں یاد کرو گے اور طبعاً محبت سے یاد کرو گے تو پھر پتا چلے گا کہ حقیقی عاشق کون ہے۔ پھر اس چھوٹی سی نیکی کا، جو بظاہر بے محل ہے، محل کی نیکی سے بھی زیادہ شمار ہوگا کیونکہ جب نماز کے لئے آپ مسجد میں آتے ہیں تو وہاں خدا ہی کو یاد کرنا ہے۔ مگر وہاں بھی بعض لوگ بازار ہی یاد رکھتے ہیں یہ بھی ایک بات ہے۔ اس لئے ان موقعوں پر اپنے ذکرِ الہی کی نگرانی کریں اور ان کی حفاظت کریں۔

یہ ضروری نہیں ہے کہ جس شخص کو مسجد میں بازار یاد آ جائے وہ گنہگار ہے۔ مختلف مراحل ہیں، سلوک کی منزلیں ہیں۔ تعلق ایک طرف سے ٹوٹتے ٹوٹتے، دوسری طرف جڑتے جڑتے، جڑتے ہیں اس لئے کوئی بعید نہیں کہ ایک انسان نیک متقی ہو اور نیت یہی ہو کہ وہ ذکر سے اپنے رب کو کمائے مگر دنیا کے تعلق پھر حملہ کر کے بار بار اس پر یورش کرتے ہوں اور اسے غافل کر دیتے ہوں۔ لیکن ایک جہاد کی ضرورت ہے ایک ایسے جہاد کی جس کے لئے آپ اپنی تمام صلاحیتوں کو مستعد کر لیں اور یاد رکھیں کہ یہ حملوں کے مقامات ہیں۔ پس جس کو بازار میں خدا یاد آتا ہو اس کی نیکی اس لئے زیادہ ہے کہ اسے مسجد میں بازار کیسے یاد آ سکتا ہے۔ اس کی تو یہ شان ہے کہ جہاں دنیا خدا بھول جاتی ہے وہاں اس نے خدا کو یاد رکھا تو جہاں جاتے ہی خدا کو یاد کرنے کے لئے ہیں اس بے چارے کو وہاں کہاں بازار میں یاد آ جانا ہے اس لئے یہ اس کنارے کی بات ہے جہاں خدا کا ذکر عموماً نفسیاتی کیفیتوں کے مطابق نہیں ہوتا۔ ایسی حالت میں جو نیکی ہے وہ یقیناً بہت بڑا مرتبہ رکھتی ہے۔ پس یہ کوئی مبالغہ آمیز روایت نہیں ہے جو رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب فرمادی گئی ہو یہ ان روایتوں میں سے ہے جہاں ایک نیکی کو ہزار نیکی کہا جائے تو ہرگز بعید نہیں ہے۔

پھر اس کے ساتھ جو مزید عنایت ہے وہ یہ ہے کہ ”اللہ تعالیٰ قیامت کے روز ایسی بخشش کا سلوک فرمائے گا جس کا خیال بھی کسی دل پر نہیں گزرا۔“ اب یہ الفاظ بھی جیسا کہ احادیث کو بار بار پڑھنے سے انسان سچی اور پاک احادیث کے مضمون سے ہم مزاج ہو جاتا ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ الفاظ بھی یقیناً حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کے ہیں۔ ایسے بازار کی بات ہو رہی ہے جہاں



لوگوں کے دل میں خدا کا خیال ہی نہیں گزرتا تو اس کے مطابق خدا کی شان مغفرت اس طرح ظاہر ہوتی ہے فرماتا ہے میں تمہارے سے ایسی بخشش کا سلوک کروں گا کہ کسی انسان کا خیال بھی نہیں جا سکتا۔ جہاں کسی انسان کا خیال نہیں جا سکتا تھا تم نے مجھے یاد کیا۔ اب میں تم سے وہ سلوک کروں گا کہ کسی انسان کا، تمہارا بھی، خیال نہیں جا سکتا کہ میں کیسے کیسے تم سے مغفرت کا سلوک فرماؤں گا۔ اور امر واقعہ یہ ہے کہ اس ضمن میں انسان اگر اپنے گناہوں پر نظر ڈال کر دیکھے تو پورے گناہوں پر اس کا احاطہ ہی نہیں ہو سکتا۔ زندگی کا اکثر حصہ ایسا ہے جس میں کوئی نہ کوئی گناہ سرزد ہوتے ہی رہتے ہیں۔ پس وہ ساری چیزیں جو نظروں سے اوجھل تھیں وہاں ان کے لئے استغفار کر ہی نہیں سکا۔ جب استغفار کرتا ہے تو بعض موٹے موٹے گناہ، بعض بڑی بڑی غلطیاں اور خاص طور پر وہ جو تازہ ہوں اور ان سے بھی بڑھ کر وہ جن کے پکڑے جانے کا خطرہ ہو وہاں تو انسان خوب استغفار کرتا ہے لیکن جہاں دنیا کی نظر میں نہ پکڑا گیا اور خدا کی پکڑ کی نظر باقی ہے وہاں دل میں وہ جوش ہی نہیں پیدا ہوتا۔ اکثر لوگ عموماً استغفار کے لئے اس وقت لکھتے ہیں جس سے مجھے اندازہ ہوتا ہے کہ جب ابھی دنیا کی پکڑ کا خوف ان کے سر پر تلوار کی طرح لٹک رہا ہوتا ہے اور ایسا گھبرا گھبرا کر پھر خط لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ معاف فرمائے اور اگر ان کو یقین ہو جائے کہ دنیا معاف کر دے گی تو پھر وہ جو اللہ کے لئے بخشش کی بے حد طلب پیدا ہوئی ہے وہ نرم پڑ جائے گی۔ یعنی شکر ہے الحمد للہ بات ٹل گئی اب اللہ معاف فرمائے نہ فرمائے یعنی منہ سے تو نہیں کہیں گے لیکن اپنی نفسیاتی کیفیت کا جائزہ لیں تو بات تو یہی بنتی ہے اس کے سوا بات کوئی نہیں ہے۔ تو ان کے لئے بھی دعا تو کی جاتی ہے لیکن یہ بھی دعا ہوتی ہے اللہ ان کو مستقل اپنی مغفرت کی طرف متوجہ فرمائے اور وہ گناہ جن میں دنیا کی پکڑ سے بچ کر نکل چکے ہیں جو ماضی کا حصہ بن چکے ہیں ان میں بھی یہ خدا کی طرف مغفرت کے لئے مائل ہوں اور استغفار کریں۔

بہر حال ذکرِ الہی کا جو بازار سے تعلق تھا اس کے متعلق میں نے آپ کے سامنے حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کی جو حدیث رکھی ہے اس میں ذکرِ الہی کے تعلق میں بہت ہی گہرا اور پیارا مضمون ہے اور اس کا بخشش سے بھی تعلق ظاہر فرمایا گیا ہے کہ ذکرِ الہی کا بخشش سے ایک تعلق ہے۔

اب میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک اقتباس اس ضمن میں پیش کرتا ہوں۔ آپ

فرماتے ہیں:-

”دوسرے یہ بات حال والی ہے قال والی نہیں۔ جو شخص اس میں پڑتا ہے وہی سمجھ سکتا ہے۔ اصل غرض ذکر الہی سے یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کو فراموش نہ کرے اور اسے اپنے سامنے دیکھتا رہے اس طریق پر وہ گناہوں سے بچا رہے گا۔“

ذکر الہی کا استغفار سے ایک اور بڑا گہرا تعلق ہے جس تعلق کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام یوں بیان فرما رہے ہیں کہ یہ باتیں ان کو نہیں سوچ سکتیں جو ان حالات سے گزرے نہ ہوں۔ جو ان حالات سے گزرتے ہیں وہی اس معرفت کو پاتے ہیں اور وہی ہیں جو بیان بھی کرنے کا حق رکھتے ہیں۔ ایک ایسا شخص جو خدا کو ہر وقت اپنے سامنے دیکھ رہا ہو اسے غلطی کی جرأت ہی نہیں ہو سکتی۔ جو ہر وقت سامنے دیکھے کوئی نگران میرے سامنے بیٹھا ہوا ہے اسے کیسے تو فنیق مل سکتی ہے یا جرأت ہو سکتی ہے کہ وہ اس کی نافرمانی کرے جس کو وہ مقتدر ہستی سمجھتا ہے، سب سے غالب اور پکڑ میں سب سے سخت بھی سمجھتا ہے۔ تو خدا سے غیبی بیت ہے جو گناہ کرواتی ہے اور مومن بھی ہر حال میں ہر وقت خدا کے سامنے نہیں رہتا یعنی خدا کے سامنے تو رہتا ہے لیکن اپنی دانست میں خدا کے سامنے نہیں رہتا۔ اس لئے گناہ غیبی بیت کا نام ہے۔ دراصل خدا سے دوری کا نام ہی گناہ ہے، وہ دوری عارضی ہو تو عارضی گناہ ہے، وہ دوری مستقل بن جائے تو ہمیشہ کا گناہ ہے ساری زندگی گناہ بن جاتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جو نظم ہم اکثر سنتے ہیں ”سبحان من یرانی“ اس میں یہی مضمون ہے ہر نعمت کے ذکر کے بعد یہ فرمایا ہے وہ مجھے دیکھ رہا ہے۔ پاک ہے وہ ذات جو مجھے دیکھ رہی ہے۔ پس اس نظم کو پڑھیں اور بار بار پڑھ کے دیکھیں پھر اس فقرے کی سمجھ آئے گی کہ:

”دوسرے یہ بات حال والی ہے قال والی نہیں“ میں جو کہہ رہا ہوں میں اس حالت سے گزر رہا ہوں کہ ہر وقت میرا خدا مجھے دیکھ رہا ہے اور اس کے جلال کے سامنے میں زندگی بسر کر رہا ہوں۔ میری مجال کیا ہے کہ میں کوئی گناہ کروں۔

پس اس حال کے مطابق میں تمہیں کہہ رہا ہوں کہ ذکر الہی کا بڑا فائدہ اور بہت بڑی منفعت اس بات میں ہے کہ انسان خدا کی روشنی کے سامنے زندگی بسر کرتا ہے اور اس سے اس کے

گناہ کٹ جاتے ہیں۔ فرماتے ہیں:

”اصل غرض ذکرِ الہی سے یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کو فراموش نہ کرے اور اسے اپنے سامنے دیکھتا رہے اس طریق پر وہ گناہوں سے بچا رہے گا۔ تذکرۃ الاولیاء میں لکھا ہے ایک تاجر نے ستر ہزار کا سودا لیا اور ستر ہزار کا دیا مگر وہ ایک آن میں بھی خدا سے جدا نہیں ہوا۔ پس یاد رکھو کہ کامل بندے اللہ تعالیٰ کے وہی ہوتے ہیں جن کی نسبت فرمایا ہے **لَا تُلْهِیْہُمْ تِجَارَةٌ وَّ لَا بَیْعٌ عَن ذِکْرِ اللّٰہِ**۔ (ملفوظات جلد چہارم صفحہ: 15)

اسی آیت کی تفسیر ہے جو میں نے پڑھی تھی۔ اسی تفسیر کے تعلق میں حدیث نبوی بیان کی جس میں یہ ذکر ملتا ہے کہ بازار میں یاد کرنے والے کا ایک بہت بڑا مرتبہ ہے اور وہی مضمون مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تذکرۃ الاولیاء کے حوالے سے یوں بیان فرماتے ہیں۔ ”ایک بزرگ کے متعلق لکھا ہے کہ اس نے ستر ہزار کا دیا اور ستر ہزار کا لیا“۔ یعنی سودا ایسا کیا کہ کچھ خریدا، کچھ بیچا۔ لیکن ایک آن بھی خدا کے خیال سے غافل نہیں رہا۔ اب ایسا شخص جب تاجر بنتا ہے تو تجارت کی دنیا میں امن کی ضمانت ہو جاتی ہے اور اگر سارے تاجر ذکرِ الہی کرنے والے ہوں تو سارے خوف جو تجارت سے تعلق رکھتے ہیں، دنیا سے اٹھ جائیں اور مال بجائے اس کے کہ دنیا کمانے کا ذریعہ بن جائے اللہ تعالیٰ کمانے کا ایک بہت بڑا ذریعہ بن جاتا ہے۔ کیونکہ ایسا شخص جو ذکرِ الہی کرتے وقت سودے کرتا ہے، اس کے متعلق یہ سوچا بھی نہیں جاسکتا کہ ساتھ ساتھ جھوٹ بول رہا ہو کہ خدا کی قسم میں نے تو اتنے کا خریدا تھا میں تمہیں اتنے میں بیچ رہا ہوں اور یہ جو منظر ہے یہ آپ کو بعض مسلمان ممالک میں بھی عام دکھائی دیتا ہے اور بڑی دردناک بات ہے کہ مسلمان ممالک میں دوسروں سے زیادہ پایا جاتا ہے کیونکہ باقی تو خدا کے ذکر سے اتنا دور جا چکے ہیں کہ اپنی ذاتی منفعت کے لئے جھوٹ بولنے کے لئے بھی خدا یاد نہیں آتا۔ لیکن مسلمانوں بے چاروں میں اتنی بات تو ہے کہ جھوٹ کے وقت، ذاتی غرض کے لئے خدا ضرور یاد آ جاتا ہے، کچھ تو ہے، بہر حال۔

گرچہ ہے کس کس برائی سے بھلے بایں ہمہ

برائی سے ہی لیتے ہیں مگر نام تو یاد رکھتے ہیں اللہ کا۔ تو برے وقتوں میں سہی مگر جب جھوٹ

کے لئے اور فساد کے لئے اور دنیا کو دھوکہ دینے کے لئے خدا کا نام لیا جائے تو ایک بڑی مکروہ حرکت ہے، بہت بڑا گناہ ہے لیکن ایسا ہوتا ہے۔ تو ان معنوں میں یا نہیں کرنا جن معنوں میں خدا کا نام لے کر قسمیں کھا کر جھوٹے سودے بیچنے ہوں۔ ان معنوں میں یاد کرنا ہے کہ خدا کو سامنے دیکھنا ہے جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے لکھا ہے اور پھر جو سودا کریں گے وہ ہر سودا سچا سودا ہوگا۔ اس میں کوئی کھوٹ نہیں ہوگی، کوئی دھوکہ شامل نہیں ہو سکتا۔ تمام دنیا کے تجارتی تعلقات اگر اصلاح پذیر ہو جائیں تو باقی معاملات میں بھی دنیا میں امن آجائے گا کیونکہ اصل انسان کا جو سب سے اعلیٰ مقصد ہے وہ اپنی بقا کے لئے زیادہ سے زیادہ ذرائع اکٹھے کرنا ہے اور تجارت اس میں ایک بہت بڑا ذریعہ ہے۔ صرف ایک نہیں تجارت کی بنیاد تو بہر حال ایگر لیکچر پر بھی ہے اس لیے میں بتا رہا ہوں کہ جو دنیا کے تعلقات ہیں ان میں تجارت ایک بہت بڑا ذریعہ ہے۔ اور بعض لوگ ایسے ہیں جو ہل چلاتے وقت بھی ذکر الہی کرتے ہیں۔ اور جب دانے پھینک رہے ہوتے ہیں تو اس وقت بھی ذکر الہی کرتے ہیں، جب اپنی فصلوں کو اگتی ہوئی دیکھتے ہیں تو ان کی روئیدگی کو دیکھ کر بھی ان کو خدا یاد آتا ہے، جب ان میں کوئی بیماری پڑتے دیکھتے ہیں تب بھی دعائیں کرتے ہیں اور ان کو خدا کے فضلوں کا پانی بھی دیتے ہیں صرف عام پانی نہیں دیتے۔ ان معنوں میں پھر ساری زراعت بھی ذکر الہی سے معمور ہو جاتی ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک بات مجھے ہمیشہ یاد رہتی ہے پہلے بھی غالباً بیان کر چکا ہوں۔ ایک دفعہ سندھ میں آپ دورے کے لئے گئے تو بعض بہت اچھے اچھے میجر تھے اور ایسے تجربہ کار، تعلیم یافتہ جن کی فصلیں نمایاں طور پر ان کے علم اور تجربے کی مناسبت سے زیادہ اچھی ہونی چاہئے تھیں مگر ان کے مقابل پر ہمارے مولوی قدرت اللہ صاحب سنوری بھی محمود آباد میں میمنجر تھے۔ ان کی فصلیں دیکھیں تو لہلہاتی ہوئی سرسبز و شاداب اور جو دوسری فصلیں تھیں ارد گرد زمینداروں کی نہ وہ مقابلہ کر رہی تھیں نہ دوسرے میمنجروں کے نیچے پلنے والی فصلیں۔ تو حضرت مصلح موعودؑ نے تعجب سے پوچھا کہ مولوی صاحب آپ نے کیا ترکیب کی ہے آپ تو مولوی کہلاتے ہیں آپ کو تو کوئی اتنا بڑا زراعت کا تجربہ بھی نہیں، آپ کی اچھی ہیں اور زمینداروں اور تعلیم یافتہ لوگوں کی آپ سے کم تر ہیں۔ انہوں نے کہا صرف ایک بات ہے کہ میں نے ہر کھیت کے کونے پر نفل پڑھے ہیں،

ایک ایک کھیت پہ دعائیں کی ہیں اس کے سوا میں کچھ نہیں جانتا۔ اس کو کہتے ہیں ذکرِ الہی۔ وہ تجارت میں بھی ذکرِ الہی کر رہے ہوتے ہیں، کھیتی باڑی میں بھی ذکرِ الہی کر رہے ہوتے ہیں اور مولوی منشی عبداللہ صاحب جو مولوی عبداللہ صاحب کہلاتے تھے ان کا ذکرِ الہی دعوتِ الی اللہ میں ڈھلا ہوا تھا، دن رات دعوتِ الی اللہ کرتے تھے۔ حضرت مصلح موعودؑ بتایا کرتے تھے کہ جب وہ کھیت میں ہل چلا رہے ہوتے تھے تو کسی کو بلا لیتے تھے کہ بھئی یہ کتاب تھوڑی سی پڑھ کے سنا دو میں تو ہل چلا رہا ہوں تو تم یہ پڑھو۔ اور کبھی کسی ہل چلاتے ہوئے کے پاس چلے جایا کرتے تھے اور اس کو کہتے تھے کہ تمہیں پڑھنا لکھنا آتا ہے میں تمہارا ہل چلاتا ہوں تم یہ کتاب پکڑ لو اور یہ مجھے سناؤ اور حضرت مصلح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کوئی تازہ تحریر یا ”الحکم“ کی کوئی عبارت وغیرہ ان کو دے دیا کرتے تھے اور اس طرح اللہ کے فضل سے ان کو بڑے پھل لگے ہیں۔ ہر سال سو بیعتوں کا وعدہ کروایا اور تادمِ آخراں پر قائم رہے اور ضرور وہ وعدہ پورا کر دیا کرتے تھے۔

آج کل دوست مجھے خط لکھ رہے ہیں کیونکہ بہت سی جماعتوں میں دعوتِ الی اللہ کا ایسا رجحان پیدا ہو گیا ہے کہ کثرت سے لوگوں نے وعدے کئے ہیں کہ ہم اتنے احمدی ضرور بنائیں گے جن کو اللہ تعالیٰ نے ان کی توفیق سے بہت بڑھ کر سابق سالوں میں اپنے وعدے پورے کرنے کی توفیق عطا فرمائی نتیجہ یہ نکلا کہ اب انہوں نے اور بھی بڑھا چڑھا کر وعدے کر لئے ہیں کہ جی اللہ پہ توکل ہے اور اس توکل کی ایک بنا ہے۔ پہلے جب انہوں نے وعدے کئے تھے تو ان وعدوں کے مطابق محنت کی تھی اور محنت سے آگے جو بات پڑی ہوئی تھی جو ان کی محنت کی حد سے باہر تھی وہ خدا نے ان کو پہنچا دی، اپنے فضل سے عطا کر دی۔ تو ان کا حق ہے کہ بڑھ چڑھ کر وعدے کریں۔ جو طاقت ہے وہ محنت کر رہے ہیں اور پھر لکھتے ہیں کہ باقی دعا سے کمی پوری ہوگی اور بعض لوگ ہیں جو دعا کے لئے لکھ رہے ہیں لیکن ساتھ محنت کوئی نہیں۔ تو میں یہ سمجھانا چاہتا ہوں کہ اگر خدا ایک زمیندار کی کھیتی میں دعاؤں کی برکت سے عام دنیا کے قانون سے ہٹ کر غیر معمولی برکت دے سکتا ہے، اگر ایک تاجر کی تجارت میں اس کی دعا اور ذکرِ الہی کی برکت سے غیر معمولی برکت ڈال سکتا ہے تو وہ اپنے کام میں کیوں برکت نہیں ڈالے گا۔ یہ زراعت تو وہ ہیں جو اس کی کھیتی لگا رہے ہیں، اس کے بیج بوریے ہیں۔

پس ذکرِ الہی کے ساتھ یہ بیچ بوڈ اور محنت کرو اور پھر دعائیں کرو تو ہرگز بعید نہیں کہ جن باتوں کا تم تصور بھی نہیں کر سکتے تھے، جن اعداد و شمار کو پورا کرنے کا تم تصور بھی نہیں کر سکتے تھے اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ان سے بڑھ کر تمہیں عطا کر دے اور گزشتہ سالوں میں بہت سے ایسے ملک ہیں جہاں اخلاص کے ساتھ یہ وعدے کئے گئے اور محنت کی گئی اور ان سب کی توقعات سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا۔ پس ذکرِ الہی کا اس مضمون سے بھی بڑا گہرا تعلق ہے اپنی دعوت الی اللہ کو ذکرِ الہی سے معمور کر دیں اور یہ بھی یاد رکھیں کہ ذکرِ الہی صرف ایک غرض کی خاطر موقع پر نہیں کیا جاتا بلکہ ذکرِ الہی ہر موقع میں خود داخل ہو جاتا ہے اگر اس کے فرق کو آپ نے نہ سمجھا تو آپ غلط رستے پر چل پڑیں گے۔ اس لئے ذکرِ الہی نہیں کرنا کہ کھیت بڑھیں بلکہ اصل بات مولوی صاحب کی یہ تھی کہ ان کو عادت تھی نفل پڑھنے کی اور وہ رہ نہیں سکتے تھے نفل کے بغیر۔ میں نے بھی ان کے ساتھ کچھ سفر کر کے دیکھے ہیں بے حد دعا گو اور نفل پڑھنے والے بزرگ تھے تو کھیتوں میں جاتے تھے کھیت دیکھے، ساتھ چلو اچھا ہے وقت ملا ہے تھوڑا سا، نفل ہی پڑھ لیں تو ان معنوں میں جب نفل پڑھتے تھے تو کھیتی پر بھی رحم آ جاتا تھا اس کے لئے بھی دعائیں مانگ لیتے تھے تو یہ نہیں تھا کہ تجارت کی خاطر خدا کو یاد کیا گیا ہے جس کا رسول کریم ﷺ نے ذکر فرمایا ہے ایسا شخص مراد نہیں ہے۔ فرمایا ہے ذکرِ الہی ایسا اس پر غالب ہے کہ جب تو جہات کو بازار اپنی طرف کھینچ لیتا ہے اس وقت بھی ذکرِ الہی اس پر قبضہ کئے رہتا ہے اور بار بار چھین کر بازار سے ان تو جہات کو اپنی طرف کر لیتا ہے۔ ایسا شخص جب ذکرِ الہی کرتا ہے پھر تجارت کے لئے بھی دعا دل سے نکل ہی جاتی ہے اور اگر نہ بھی نکلے تو ایسے شخص کی دعا بعض دفعہ اس کی ضرورت ہی بن جاتی ہے اور بسا اوقات ایسا دیکھا گیا ہے کہ ایک شخص جو اللہ تعالیٰ سے پیار کرنے والا ہو اس کی ضرورت خود دعا بن جاتی ہے۔ وہ لفظوں میں اس کو ڈھالے یا نہ ڈھالے۔

پس ایسے ذکرِ الہی کے عادی بن جائیں کہ آپ کی ضرورتیں آپ کی دعا بن جائیں۔ آپ کے بازار زندہ ہو جائیں آپ کے کھیتوں میں نئی زندگی دکھائی دینے لگے جو آسمان سے اترتی ہے اور ہر احمدی کے ہر کام میں برکت پڑے اور یہ ذکرِ الہی کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:-

”جب دل خدا تعالیٰ کے ساتھ سچا تعلق اور عشق پیدا کر لیتا ہے تو وہ

اس سے الگ ہوتا ہی نہیں۔“

میرے ذہن میں یہ عبارت اس وقت نہیں تھی جب میں نے یہ بات کی ہے کیونکہ یہ ابھی پڑھنے ہی لگا تھا۔ یہ میں بتانا چاہتا ہوں کہ یہ ایک طبعی نتیجہ ہے جس طرح اس پر غور کرتے ہوئے میرے دل سے خود بخود یہ مضمون پھوٹا ہے اس کے سوا کوئی مضمون بنتا ہی نہیں ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کے معاً بعد فرماتے ہیں جو شخص بھی خدا تعالیٰ کے ساتھ سچا تعلق اور عشق پیدا کر لیتا ہے تو وہ اس سے الگ ہوتا ہی نہیں ہے۔

”اس کی ایک کیفیت اس طریق پر سمجھ میں آسکتی ہے کہ جیسے کسی کا بچہ بیمار ہو تو خواہ وہ کہیں جاوے۔ کسی کام میں مصروف ہو مگر اس کا دل اور دھیان اسی بچہ میں رہے گا۔“

اور مردوں سے بڑھ کر زیادہ تر عورتوں میں یہ دیکھا گیا ہے کہ پھر جہاں بھی ہوں گے جس حال میں ہوں خوشیوں کا موقع ہو یا اور کسی کام میں مصروفیت۔ اگر گھر میں بیمار بچہ چھوڑا ہوا ہے تو بیمار بچہ ہی دماغ پر غالب رہے گا۔

”... اسی طرح پر لوگ خدا تعالیٰ کے ساتھ سچا تعلق اور محبت پیدا کرتے ہیں۔ وہ کسی حال میں بھی خدا تعالیٰ کو فراموش نہیں کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ صوفی کہتے ہیں کہ عام لوگوں کے رونے میں اتنا ثواب نہیں جتنا عارف کے ہنسنے میں ہے۔...“

بہت پیاری بات ہے۔ فرماتے ہیں کہ عام لوگوں کے رونے میں اتنا ثواب نہیں جتنا عارف کے ہنسنے میں ہے کیونکہ وہ ہنستا بھی ذکرِ الہی کے ساتھ ہے اور اس کے ساتھ بھی اللہ کا پیار اور اس کی محبت وابستہ ہوتی ہے۔ ایک دفعہ حضرت عبدالقادر جیلانی سے کسی نے پوچھا کہ آپ اتنے بڑے بزرگ کہلاتے ہیں اور ہیں بھی۔ آپ کی دعائیں قبول ہوتی اور بڑے بڑے اعجاز آپ سے ظاہر ہوتے ہیں لیکن آپ کو کپڑوں کا اتنا کیا شوق ہے؟ اتنے خوب صورت کپڑے پہنتے ہیں اتنا اچھا لباس رکھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ خدا کی قسم جب تک خدا مجھے نہیں کہتا کہ اے عبدالقادر یہ پہن اور یہ پہن۔ میں وہ نہیں پہنتا۔ یہ ہے ضرورت کا دعا بننا اور پھر دعا کا قبول ہو جانا۔ ہر ایک کو کیوں نہیں خدا ایسے کہتا۔ حضرت عبدالقادر سے برتر بزرگ انبیاء تھے ان کے متعلق یہ بات نہیں ملتی۔ معلوم ہوتا ہے

بچپن سے دل میں ایک نفاست بھی تھی اور کپڑے اچھے لگتے تھے اور خدا کی خاطر سب کچھ بھلا دیا تھا۔ پس جس نے خدا کی خاطر اپنی ایک گہری تمنا کو بھلا دیا اللہ نے اس تمنا کو نہیں بھلایا اور وہ خود فرماتا تھا کہ اے عبدالقادر یہ کپڑا پہن یہ تجھے اچھا لگے گا اور یہ دنیا کے عام تعلقات میں بھی بات دیکھی گئی ہے۔ بعض بیبیاں خاوندوں سے مطالبے نہیں کرتیں اس خوف سے کہ ان پر بوجھ نہ پڑ جائے۔ بعض بچیاں خاوند اور باپوں سے مطالبہ نہیں کرتیں۔ تو وہ ماں باپ اگر توفیق رکھتے ہیں اور ذہین ہوں تو وہ خود دیکھ کر کہتے ہیں اگر ماں ہے تو بیٹی کو کہے گی بیٹی یہ کپڑا تم پر اچھا لگے گا یہ ضرور لے لو۔ بعض بیاہ شادی کے بعد غریب گھروں میں چلی جاتی ہیں یا ان کے خاوند بعد میں غریب رہ جاتے ہیں تو ان کی مائیں بھی اس بہانے سے کہ ان کی غیرت کو ٹھیس نہ لگے کوئی چیز پسند کر کے ان کو دیتی ہیں۔ یہ سارے محبت کے رشتے ہیں اور ذکرِ الہی کی جانِ محبت ہے اگر محبت نہ ہو تو منہ کے ذکر کچھ بھی حقیقت نہیں رکھتے۔ صرف تسبیح پھیرنے والی بات ہے۔ تسبیح کے دانوں سے خدا ہاتھ نہیں آتا بلکہ جو خدا کا ذکر کرتا ہے وہ تسبیح کے دانے بن جاتا ہے اسے دیکھ کر لوگ خدا کو یاد کرتے ہیں وہ ایک خدا نما وجود بن جاتا ہے اور یہ بات اللہ کی محبت کے بغیر انسان کو نصیب نہیں ہو سکتی۔ پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں وہ بھی تسبیحات ہی ہوتی ہیں یعنی رونے میں اتنا ثواب نہیں جتنا عارف کے ہنسنے میں ہے۔ کیوں؟ ’’وہ بھی تسبیحات ہی ہوتی ہیں کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے عشق اور محبت میں رنگین ہوتا ہے یہی مفہوم اور غرض اسلام کی ہے کہ وہ آستانہ الوہیت پر اپنا سر رکھ دیتا ہے‘‘۔ (ملفوظات جلد 4، صفحہ 15 تا 16)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ذکرِ الہی میں سب سے زیادہ نمازوں پر زور دیتے تھے اور نماز ہی کو ذکر کا معراج بتاتے تھے نماز ہی کو ذکر کی جان قرار دیتے تھے۔

آج مجھے یہ کہا گیا ہے کہ بعض تربیتی اجتماعات ہیں یا جلسے ہیں، ان کے ذکر میں میں اب ان کو نماز کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ ایک اعلان ہے جماعت ہائے احمدیہ بورکینا فاسو کے لئے۔ بورکینا فاسو فریقہ کا ایک فرانسیسی بولنے والا ملک ہے ان کا آج 25 مارچ سے جلسہ سالانہ شروع ہو رہا ہے جو انشاء اللہ 27 مارچ بروز اتوار تک جاری رہے گا ان کے ہاں بھی ڈش انٹینا لگا ہوا ہے وہ کہتے ہیں ہم بھی پروگرام دیکھتے ہیں اور ہماری جماعت کی بڑی حوصلہ افزائی ہوگی اگر اس موقع پر آپ



ہمارا ذکر بھی کر دیں۔ دوسرا جماعت ہائے احمدیہ ضلع سیالکوٹ ہیں۔ پاکستان کی اضلاع کی جماعتوں میں سیالکوٹ کو ایک غیر معمولی اہمیت حاصل ہے ان کے ہاں خدام اور اطفال کا ضلعی اجتماع 24 مارچ سے شروع ہوا تھا اور آج اختتام کو پہنچا ہے۔ پہنچ چکا ہوگا غالباً سوائے اس کے کہ انہوں نے رات کی مجلس لگانی ہو اور اس خطبے میں اپنا نام سننا ہو تو بہر حال میں امید رکھتا ہوں کہ وہ بیٹھے ہوں گے اس وقت اور سن رہے ہوں گے۔

ان دونوں کو میری پہلی نصیحت تو یہی ہے کہ ذکر الہی کے لئے نماز ایک برتن ہے اگر ذکر الہی دل میں پیدا ہو تو نماز سے انسان الگ ہو ہی نہیں سکتا اور اگر یہ برتن ہے تو پھر اسے ذکر سے بھریں اور خالی نہ رہنے دیں۔ یہ دو پہلو ہیں جن کی طرف میں آپ کو توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ اگر اللہ کی محبت ہے دل میں پیار ہے اور ذکر سے دل بسا ہوا ہے تو نمازوں سے غفلت کیسے ہو سکتی ہے کیونکہ نمازیں تو ذکر کا معراج ہیں۔ نماز میں آنحضرت ﷺ نے جس طرح خدا کو یاد کیا اور جس جس پہلو سے یاد کیا اور جسم نے کس طرح روح کے ساتھ مطابقت کی۔ یہ سارا مضمون دہرایا جاتا ہے ہر نماز کے وقت آنحضرت ﷺ کی وہ نماز دہرائی جاتی ہے جو خدا کی خاطر آپ پڑھا کرتے تھے۔ اب اس کے دو پہلو ہیں اول تو یہ کہ جیسا کہ میں نے بیان کیا، اگر ذکر کا دعویٰ سچا ہے نماز کے بغیر یہ دعویٰ جھوٹا ہوگا کیونکہ ذکر الہی کرنے والوں میں سب سے بلند تر ذکر الہی کرنے والے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہی تھے اور آپ نے اپنے آپ کو نماز سے مستثنیٰ نہیں سمجھا۔ جھوٹ بولتے ہیں وہ صوفی یا وہ متقی بننے والے جو کہتے ہیں ہمیں ظاہری تتبع کی کیا ضرورت ہے ہمارے دل میں ذکر ہے بس یہی کافی ہے۔ اگر یہ بات ہوتی تو آنحضرت ﷺ نمازوں میں اس قدر انہماک کیوں کرتے اور اتنا انہماک جو تکلیف تک جا پہنچتا تھا۔ پس اس خیال کو دل سے نکال دیں کہ نماز کے بغیر آپ کا دعویٰ سچا ہے۔ دوسرا پہلو یہ ہے کہ جب نماز پڑھیں تو اس کو ذکر سے بھریں کیونکہ نماز میں برتن اکثر خالی رہتا ہے اور بہت کم ہیں جن کو کوشش کے بعد یہ توفیق ملتی ہے کہ ان کی نمازوں میں دودھ بھرنے لگتا ہے ورنہ اکثر نمازوں کا حال تو ان کھیتوں کی طرح ہے جن کی جڑوں میں بیماریاں لگ جاتی ہیں تو سٹے بنتے بھی ہیں مگر خالی۔ ہمارے ہاں ایک دفعہ احمد نگر میں چاول کے کھیتوں میں بیماری آئی تھی۔ سٹے، سیدھا سر کھڑا اونچا کیا ہوا تھا اور تھوڑی دیر تو مجھے پتا نہیں لگا میں نے کہا بڑے اچھے اچھے سٹے نکلے ہوئے ہیں لیکن جب وہ جھکے ہی نہیں پھر مجھے

خطرہ محسوس ہوا۔ دیکھا تو دودھ سے خالی تھے اور جو دودھ سے خالی ہو وہ جھکتا نہیں ہے اور متکبر کی بھی یہی مثال ہے جس کے اندر کچھ نہ ہو وہ تکبر سے سر اٹھا کے پھرتا ہے۔ جو عارف باللہ ہو، جو اللہ کی محبت رکھتا ہو اتنا ہی وہ جھکتا چلا جاتا ہے اور ظاہری طور پر کھیت کے ساتھ اس کی مثال بہت ہی عمدہ ہے۔ پس ذکر الہی سے اگر خالی نمازیں ہوں گی اور اکثر نمازوں میں بہت سارا حصہ ذکر الہی سے خالی رہتا ہے تو وہ برتن تو ہے مگر اس میں دودھ نہیں پڑا۔ پس آپ اپنی نمازوں میں خدا کی یاد کا دودھ بھریں پھر دیکھیں آپ کتنی ترقی کرتے ہیں۔

جہاں تک بورکینا فاسو کا تعلق ہے یہاں اللہ تعالیٰ کے فضل سے اب جماعت کی طرف بہت زیادہ رجحان ہے اور دن بدن نئے نئے علاقوں سے تقاضے آرہے ہیں اور باوجود اس کے کہ ہمارے پاس فرنج سپیکنگ مبلغین کی کمی ہے مگر اس کے باوجود مقامی معلمین تیار کرتے ہیں اور ان سے فائدہ اٹھا رہے ہیں تو اس ضمن میں میں یہ بھی جماعت کو نصیحت کرتا ہوں کہ فرانسیسی زبان کی طرف بھی توجہ کریں۔ فرانسیسی بہت بڑے بڑے علاقے ہیں جن میں اس وقت جماعت کی طرف رجحان بڑھ رہا ہے اس میں آئیوری کوسٹ ہے اس میں بورکینا فاسو بھی ہے۔ اس میں زائر ہے اور خود فرانس میں بھی اب ہمیں بہت زیادہ محنت کی ضرورت ہے۔ پس فرنج سپیکنگ مبلغین کی ضرورت ہے۔ اپنے بچوں کو اور واقفین نو کو جہاں جہاں بھی فرانسیسی زبان اچھی سکھانے کا امکان موجود ہے وہاں ضرور سکھائیں۔ ہم جب اپنے پروگرام جاری کریں گے اس میں بھی زبان سکھائیں گے انشاء اللہ۔ لیکن وہ آہستہ پر وگرام ہے اور سارے دن میں صرف ایک ہی کلاس تو نہیں لی جاسکتی۔ اس لئے وہ صبر طلب ہے تقریباً دو سال میں جا کر میرا خیال ہے ایک انسان اس پروگرام کے ذریعے فر فر ایک زبان بولنی شروع کر دے گا۔ فر فر نہیں تو کسی حد تک ضرور بولنے لگ جائے گا۔ انشاء اللہ۔ لیکن ہمیں جلدی ہے اس لئے باقاعدہ جس طرح سکولوں اور کالجوں میں محنت کے ساتھ زبانیں پڑھائی جاتی ہیں، اس طرح احمدی نوجوان یہ زبان بھی سیکھیں اور جو فرانسیسی علاقوں میں بچے ہیں ان کو میری نصیحت ہے ان کو اردو بھی سکھائیں کیونکہ درحقیقت ایک انسان جیسا ترجمہ اپنی زبان میں کر سکتا ہے ویسا ترجمہ کسی دوسری زبان میں نہیں کر سکتا۔ اب دیکھیں ہمارے ہاں اردو سے انگریزی ترجمہ ہوتا ہے۔ بڑی مشکل سے اب ہمیں اللہ کے فضل سے وہ خاتون میسر آئی ہیں جن کو خدا نے غیر معمولی ملکہ

عطا فرمایا ہے ورنہ اچھے بھلے انگریزی دان بھی ہیں مگر وہ بات بنتی نہیں۔ لیکن دوسری زبان سے اپنی زبان میں نسبتاً ترجمہ آسان ہوتا ہے جن کو جرمن زبان اچھی آتی ہے۔ وہیں پیدا ہوئے ہیں۔ وہ بچے جو اردو بھی جانتے ہیں جرمن زبان میں بہت اچھا فرتر ترجمہ کرتے ہیں لیکن اردو ان کی نسبتاً کمزور ہے جب جرمن زبان سے اردو ترجمہ کریں تو ان کو وہ طاقت نہیں ہے وہاں جا کے رہ جاتے ہیں تو اس لئے میری خواہش ہے کہ فرنیچ سپیلنگ احمدی اردو بھی سیکھیں اور اس وجہ سے نہیں کہ یہ پاکستان کی زبان ہے اس لئے کہ اس زمانے کے امام کی زبان ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے اردو سپیلنگ بنایا اگرچہ پنجابی زبان مادری کہلا سکتی ہے مگر اردو وہی کو آپ نے استعمال فرمایا ہے۔ پس فرانسیسی اردو سیکھیں اور جہاں تک خدمت دین کا تعلق ہے جب دونوں زبانیں اکٹھی ہوں گی پھر خدمت کی اہلیت ہوگی اور جو انگریز ہیں ان کو بھی اردو سیکھنی چاہئے اس نقطہ نگاہ سے کہ دین کی خدمت ہوگی۔ اس خیال کو دل سے کاٹ کر پھینک دیں کہ یہ پاکستانی اور ہندوستانی زبان ہے۔ آپ یہ کیوں نہیں سوچتے کہ اردو دنیا میں بھی یہ پھیلی ہوئی ہے۔ مقصد صرف اتنا ہے اور یہی خالص مقصد رہنا چاہئے کہ وقت کے امام کی زبان ہے اور اگر ہم اس میں مہارت حاصل کریں گے تو اپنی زبان میں دین کی بہتر خدمت کر سکیں گے۔ اس کے علاوہ پھر واپس سیالکوٹ جاتا ہوں (ایک دو منٹ باقی ہیں یا شاید نہ رہے ہوں باقی)

سیالکوٹ کی جماعتوں کو میں نے متنبہ کیا تھا آپ بہت بلند مقام سے اتر کے یہاں پہنچی ہوئی ہیں جہاں آج ٹھہری ہوئی ہیں۔ بڑے بڑے عظیم صحابہ کرامؓ، بڑے بڑے خدام سلسلہ سیالکوٹ میں پیدا ہوئے اور ساری دنیا پر نظر ڈال کر دیکھ لیں کوئی دنیا کا حصہ نہیں ہے جہاں احمدیت کی تعمیر میں خدا تعالیٰ کے فضل سے سیالکوٹیوں کو خدمت کی توفیق نہ ملی ہو۔ نئی نئی جماعتیں بھی بنانے والوں میں یہ اول رہے اور اس وقت ساری دنیا میں سیالکوٹ کے سابق بسنے والے پھیل چکے ہیں اور پاکستان میں بھی جو گجرات سے آتے ہیں یا باہر کے نوآباد علاقوں سے آتے ہیں ان کا بھی پرانا پس منظر سیالکوٹ ہی ہے۔ عجیب بات ہے معلوم ہوتا ہے کہ انسان پیدا کرنے میں ظاہری لحاظ سے بھی یہ ضلع بہت زرخیز تھا اور قابل آدمی پیدا کرنے میں بھی بڑا زرخیز تھا۔ تبھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسے اپنا دوسرا وطن قرار دیا۔ پس اس تعلق کو یاد رکھیں آپ کو دوسرا وطن کہا گیا ہے۔ وطن بن جائیں ان صحابہؓ

کی طرح وطن بن جائیں جن صحابہ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنے دلوں میں بسا لیا تھا۔ دوبارہ اس پیغام سے چمٹیں، اسے اپنے دلوں میں بسائیں اور پھر دیکھیں آپ کی حالتیں کس طرح جلد جلد تبدیل ہوں گی اور مجھے خوشی ہے کہ سیالکوٹ میں میری گذشتہ تنبیہ کے بعد جلد جلد تبدیلیاں پیدا ہو رہی ہیں۔ کثرت سے مجھے وہاں سے خط ملتے ہیں اور چھوٹے بڑے مرد عورتیں سب لکھ رہے ہیں کہ ہمارے دلوں پر گہرا اثر ہے اور ہم اللہ کے فضل کے ساتھ باقاعدہ ایم۔ ٹی۔ اے سے فائدہ اٹھا رہے ہیں اور ہمارے دلوں میں نئے نئے ولولے پیدا ہو رہے ہیں دعا کریں اللہ تعالیٰ ہمارا قدم ترقی کی طرف پہلے سے زیادہ تیز رفتاری سے آگے بڑھائے۔ میری بھی دعا ہے۔ ساری دنیا کی جماعتوں کو بھی سیالکوٹ کو اس پہلو سے اپنی دعا میں یاد رکھنا چاہئے اور تمام دنیا کے داعیین الی اللہ کو بھی یاد رکھیں۔ ذکر الہی زبان پر بھی ہو اور دل میں بھی بسا ہو۔ پھر آپ خدا کی طرف بلانے والے ہوں تو آپ کی دعوت میں ایک عظیم شان پیدا ہو جائے گی۔ ایک ایسی قوت جاذبہ پیدا ہو جائے گی کہ کوئی دنیا کی طاقت اس کو رد نہیں کر سکے گی۔ آمین